چولستانی ہندو ثقافت میگھوال ایک خصوصی مطالعہ

عبدالرزاق شاہد*

In fact hardly any mentionable work is availabe on Cholistan yet not a single work has been appeared on Cholistani Hindu Tribes. An attempt has been made to highlight the cultural anthropology of Meghwal Hindu tribe of Cholistan. This article is based upon observations, group discussions, and interviews of Meghwal representatives. However, secondary sources have also been used where necessary. Cultural anthropology of Meghwal tribe has been discussed under three sections: Rituals, Religion and Culture.

تعارف

میگھوال، جنہیں چمارا[۱] بھی کہا جاتا ہے، ذات پات کے ہندو نظام میں انہیں شودر[۲] کا درجہ حاصل ہے۔ ماضی میں یہ بیکانیر، جیسلمیر، مارواڑ، مغربی پنجاب اور جمنا کے کناروں پر آباد تھے۔[۳] وہاں سے یہ لوگ موجودہ چولستان میں پھیل گئے جو ریاست بہاول پور (1727) کے قیام سے قبل بیکانیر کا حصہ تھا یا پھر جیسلمیر کا۔ لہٰذا میگھوال کا یہ دعویٰ غلط اور بے بنیاد نہیں کہ وہ ریاست بہاول پور کے اس علاقہ میں 700سال سے آباد ہیں۔[۴] 1901ء میں ہونے والی مردم شماری سے ان کے ریاست بہاول پور کے باشندے ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔[۵]

میگھوال کی دو بڑی شاخیں، سندھی میگھوال اور مارواڑی میگھوال ہیں۔ اگرچہ ان کی ذاتیں تقریباً ایک ہی ہیں جیسے گنڈھیر، لیلڑ، جے پال ،پرھاد، پنوار، دیہا وغیرہ مگر سندھی میگھوال مارواڑی میگھوال میں رشتہ نہیں کرتے حتیٰ کہ قلعہ دراوڑ کے سندھی میگھوال، یزمان کے سندھی میگھوال میں رشتہ ناطہ نہیں کرتے۔[۶] یہی نہیں بلکہ سندھی اور مارواڑی میگھوال کی ثقافت میں بھی کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ،اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور۔

موجودہ بہاولپور کے چولستانی علاقے کی ہر یونین کونسل میں ان کے وجود کا پتہ چلتا ہے مثلاً یونین کونسل میر گڑھ، مروٹ، چنن پیر اور دراوڑ میں میگھوال موجود ہیں۔ ان کی زیادہ آبادی مٹھرا بنگلہ اور قلعہ دراوڑ میں پائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں تحصیل لیاقت پور کے مختلف گاؤں میں بھی آباد ہیں۔

پیشے کے اعتبار سے چولستانی میگھوال موچی ہیں یا چرواہے۔ قلعہ دراوڑ میں اُن کے بنے ہوئے بہترین کھسے آج بھی بہاول پور کے سرائیکی عوام میں مقبول ہیں۔ میگھوال چولستان کے پرانے باسی ہیں۔ وہ نہ تو مہاجر اور نہ غیر چولستانی، وہ چولستانی ووٹر بھی ہیں اور بعض کو چولستانی زمین الاٹ بھی ہوئی ہے۔ جو میگھوال ان دونوں مذکورہ پیشوں سے وابستہ نہیں ہیں وہ چولستان سے ملحقہ زرعی زمینوں پر بطور مزارع کام کرتے ہیں۔[۷] وہ میگھوال جو شہری آبادیوں میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگئے ہیں وہ ترکھان، مستری، ٹھیکیداری یا سرکاری اور غیر سرکاری ملازمت کے پیشوں سے منسلک ہو گئے ہیں یہ زیادہ تر مارواڑی میگھوال ہیں جو مارواڑی زبان بولتے ہیں۔

رسومات

اس جدید دور میں بھی میگھوال اپنی قدیم ہندو روایات کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہندومت میں بچے کی پیدائش سے موت تک تقریباً سولہ (۱۶) رسومات[۸] ادا کی جاتی ہیں۔

۱۔ پیدائش:

ہندومت میں لڑکے کی پیدائش کو لڑکی کی پیدائش پر اس لیے ترجیح دی جاتی ہے کہ لڑکا اپنے والد کی موت کی تمام رسومات ادا کرتا ہے۔ بچے کی پیدائش پر سندھی میگھوال چھٹے روز مٹھائی یا میٹھے چاول تقسیم کرتے ہیں۔ سوائے بیوہ اور اس شخص کے جسے ان کے پنڈت یا مرشد نے منع کیا ہو، گھر آسکتا ہے۔ گھر کو گائے کے گوبر[۹] اور پیشاب میں مٹی ملا کر پاک صاف کیا جاتا ہے اور پنڈت گھر آکر گیتا پاٹ کرتا ہے۔[۱۰] بچے کی ماں گیارہویں دن غسل کر لیتی ہے مگر چالیس دن تک اُسے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس عرصہ میں گھر میں کسی قسم کا گوشت نہیں پکایا جاتا جب تک کہ کھیت پال[۱۱] کی رسم ادا نہ کرلی جائے۔ بچے کا نام پنڈت تجویز کرتا ہے۔ جب بچہ گیارہ ماہ کا ہو جاتا ہے تو اُسے ھیلو رانی[۱۲] کے مزار پر لے جایا جاتا ہے، جہاں ایک بکرے کی قربانی کی جاتی ہے اور سر کے بال منڈوائے جاتے ہیں۔ البتہ بچے کی چوٹیا سنبھال کر رکھی جاتی ہے تاکہ جن بھوت یا

جادو ٹونے کے اثرات سے محفوظ رہے۔[13] بکرے کا گوشت پکا کر تقسیم کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ بچی کی پیدائش پر نہ تو مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے اور نہ ہی بکرے کی قربانی دی جاتی ہے۔ ہر لڑکے کی پیدائش پر ایک بکرے کی قربانی چونکہ مہنگی پڑتی ہے لہذا میگھوال میں سے بعض نے اب ناریل کی نذر دینا شروع کردی ہے زیادہ تر یہ عمل وہ میگھوال کرتے ہیں جو راما پیر اور بھگت کبیر کے پیروکار کہلاتے ہیں میگھوال کا خیال ہے کہ بھگت کبیر اور راما پیر بکرے کی قربانی پسند نہیں کرتے[14] کھیت پال کی رسم ابھی تک ان عیسائیوں میں بھی رائج پذیر ہے جو ہندو مت چھوڑ کر عیسائی ہو گئے ہیں۔ دیگر ہندوؤں کی طرح میگھوال بھی ختنہ نہیں کرواتے۔

شادی کی رسومات:

۲۔ سگائی (منگنی):

ہندو مت میں دلہا رام اور دلہن سیتا خیال کی جاتی ہے۔[15] سگائی یا منگنی میں سب سے اہم کردار مانگا (وچولا) ادا کرتا ہے۔ جب لڑکے والوں کو کسی مناسب رشتے کی تلاش ہوتی ہے تو وہ مانگا سے رابطہ کرتے ہیں۔ براہ راست رابطہ نہیں کیا جاتا۔ مانگا دونوں خاندانوں میں رابطے کا ذریعہ بن کر معاملات طے کرواتا ہے۔ جب دونوں خاندان مطمئن ہو جاتے ہیں تو مانگا کے ذریعے تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں۔ لڑکے والے اس موقع پر اپنی برادری کا اجتماع کرکے رسم سگائی ادا کرتے ہیں حسب استطاعت کھانا پکایا جاتا ہے۔ جس میں لڑکے کے دوست لڑکے کو سلامی کے طور پر حسب استطاعت کچھ رقم دیتے ہیں اور ان کے ماتھے پر تلک لگایا جاتا ہے۔[16]

لڑکے والوں کی طرف سے منگنی کے طور پر لڑکی کے ہاتھ پر ایک روپیہ رکھا جاتا ہے۔ مٹھائی اور ناریل[17] دیا جاتا ہے۔ ایسا ہی لڑکی والے کرتے ہیں۔ وٹہ سٹہ کی شادی کا عام رواج ہے۔ اگر لڑکی والوں کے ہاں کوئی لڑکا نہ ہو تو بیس یا چالیس سال تک کی مہلت لی جاتی ہے کہ اگر ہمارے ہاں لڑکا ہوا تو آپ کو اپنی بیٹی دینی ہوگی۔ بچپن کی شادی کا عام رواج ہے۔ لڑکا بالغ ہو جائے تو رخصتی کر دی جاتی ہے۔ سندھی میگھوال اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس طرح خرچہ بھی کم ہوتا ہے اور بچے گناہوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔[18] میگھوال نہ تو اپنی برادری سے باہر رشتہ کرتے ہیں اور نہ ہی قریبی ننھیال، ددھیال میں رشتہ کرتے ہیں۔ سگائی کے بعد لڑکا لڑکی والوں کے گھر نہیں جا سکتا اور نہ

ہی لڑکا اور لڑکی موبائل فون یا کسی بھی طرح آپس میں رابطہ کر سکتے ہیں۔ ایسی حرکت کو میگھوال بہت بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ میگھوال لڑکی کے پیسے نہیں لیتے۔[۱۹]

شادی

شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے لیے دونوں خاندان یا تو پنڈت کے پاس جاتے ہیں یا اُسے بلا لیتے ہیں۔ پنڈت شادی کی تاریخ طے کرنے کے بعد برادری کے لوگوں کی کلائی پر پیلے رنگ کی ڈوری باندھتا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اُنہیں شادی میں مدعو کیا گیا ہے۔ شادی کی تاریخ طے ہو جانے کے بعد لڑکی اور لڑکے کے گھر والے ان کے لیے الگ کمرے کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر چولستان میں گوپے کے اندر یہ انتظام نہ ہو سکے تو پھر چارپائی کھڑی کرکے الگ جگہ بنائی جاتی ہے یا کپڑا وغیرہ لگا کر جگہ مخصوص کر دی جاتی ہے۔ اس دوران اجنبی سے ملنا ممنوع ہے۔ لڑکا لوہے کی چھڑی اور لڑکی لوہے کا چاقو ہر وقت اپنے پاس رکھتے ہیں تاکہ جن بھوت اور جادو ٹونے کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ شادی سے قبل دونوں کو دیسی گھی میں پکے ہوئے کھانے دیئے جاتے ہیں اور ہر روز رنگ گورا کرنے کے لیے اُبٹن استعمال کیا جاتا ہے جو عموماً خود تیار کیا جاتا ہے۔[۲۰]

بارات روانگی کے دن ہی رسم مہندی ادا کی جاتی ہے عموماً تمام براتیوں کے ایک ہاتھ پر مہندی لگائی جاتی ہے۔ روانگی سے قبل گنیش[۲۱] کی پوجا کی جاتی ہے۔ بارات کے ساتھ عورتیں بھی جاتی ہیں اور شادی کی تمام رسومات عورتیں ہی ادا کرتی ہیں، البتہ مارواڑی میگھوال اور آبادیوں میں رہنے والے سندھی میگھوال اپنی عورتوں کو بارات میں لے کر نہیں جاتے۔ بارات ٹریکٹر ٹرالی اور موٹر سائیکلوں پر جاتی ہے۔ دلہا[۲۲] ٹریکٹر ٹرالی میں ہوتا ہے۔ مارواڑی میگھوال میں شادی کی تمام رسومات مرد ادا کرتے ہیں۔ بارات روانگی سے قبل براتیوں کو کھانا دیا جاتا ہے۔

بارات روانگی سے قبل دلہا کی ماں اُسے دعائیں دے کر روانہ کرتی ہے۔ لڑکی والوں کی برادری بارات کا استقبال کرتی ہے اور انہیں شادی والے گھر جانے سے قبل اپنے ہاں کسی گھر میں ٹھہراتی ہے اور ان کی تواضع کی جاتی ہے، البتہ روز بروز یہ رواج ختم ہوتا جا رہا ہے اب اکثر اوقات بارات سیدھی دلہن کے گھر جاتی ہے جہاں اس کی ہونے والی ساس اسے پیار کرتی اور دعائیں دیتی

گنیش: شِو جی اور پاربتی کا بیٹا جسے ہندو دانائی اور مشکل کشائی کا دیوتا مانتے ہیں۔ اس کا سر ہاتھی کا اور بدن انسانی ہوتا ہے۔

ہے ۔ عورتیں بارات کا استقبال کرتے ہوئے گیت گاتی ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ بھگوان تیرا شکر ہے جس نے ہمیں ایسا داماد دیا۔**۲۳**

پھر سات ایسی خواتین جن میں سے کوئی بیوہ نہ ہو دلہا کے ماتھے ، بازوں، کندھوں اور گھٹنوں کو چھو کر اُسے دعائیں دیتی ہیں، مارواڑی میگھوال میں یہ رسم وہ شادی شدہ مرد ادا کرتے ہیں جن میں سے کوئی رنڈوا نہ ہو۔ یہ سات عورتیں دُلہا کے ہاتھ پر مہندی لگاتی ہیں اور دلہن کی ماں دلہا کے ماتھے پر تلک لگاتی ہے اور اسے دودھ کا گلاس پینے کو دیتی ہے۔ پھر گھر کے صحن میں چار مختلف جگہوں پر نشان کے طور پر لکڑی گاڑ دی جاتی ہے اور درمیان میں چھوٹا سا گڑھا کھود کر اس میں ناریل جلایا جاتا ہے۔ پنڈت گیتا پاٹ شروع کردیتا ہے اور دلہا دلہن لکڑیوں اور آگ کے گرد پانچ پھیرے لیتے ہیں۔ چار پھیروں میں دلہا آگے اور دلہن پیچھے ہوتی ہے جبکہ آخری پانچویں پھیرے میں دلہا پیچھے اور دلہن آگے ہوتی ہے۔ مارواڑی میگھوال اور آبادی میں رہنے والے میگھوال چار پھیرے لیتے ہیں دو پھیروں میں دلہا آگے اور بقیہ دو پھیروں میں دلہن آگے ہوتی ہے۔ دوسرے دن ناشتہ کے بعد رُخصتی ہوتی ہے اگر لڑکا یا لڑکی یا دونوں نابالغ ہوں تو پندرہ سال کے ہو جانے پر ان کی رُخصتی ہو جاتی ہے۔ لڑکے اور لڑکی والے جہیز کا سامان دکھاتے ہیں۔ کھانے میں عموماً بکرے کا گوشت دیا جاتا ہے، البتہ سبزی خوروں کو سبزی دی جاتی ہے۔ اس طرح شادی کی تقریب اپنے اختتام کو پہنچتی ہے۔

شادی کے اس موقع پر دلچسپ رسوم بھی ادا کی جاتی ہیں۔ ایک کو گھڑا گھڑولی کہا جاتا ہے۔ جس میں لڑکی والوں کی طرف سے سب سے لمبی لڑکی پانی کا مٹکا سر پر رکھ کر لاتی ہے جواباً لڑکے والوں کی طرف سے بھی ایک لمبی لڑکی اس گھڑے کو وصول کرتی ہے۔ مارواڑی میگھوال میں یہ رسم نوجوان لڑکے ادا کرتے ہیں۔

ایک اور رسم دھرم کی بیٹی ہے۔ اگر دلہن کے گاؤں میں دلہا کے گاؤں کی کوئی لڑکی بیاہی ہو جس کے وہاں اور کوئی رشتہ دار نہ ہوں تو سندھی میگھوال اس لڑکی کو اپنی بیٹی خیال کرتے ہیں۔ مارواڑی اور آبادیوں میں رہنے والے میگھوال میں یہ رسم ختم ہوتی جا رہی ہے۔ سفر اور رابطوں کی جدید سہولیات نے بھی اب اس رسم کو ختم کردیا ہے۔

دلہا کے رشتہ دار شادی سے دس پندرہ دن پہلے کھیت پال کے نام پر ایک بکرے کی قربانی

دیتے ہیں۔ شادی والے دن دلہا اور دلہن کا باپ روزہ رکھتے ہیں اور پھیرے مکمل ہونے پر روزہ افطار کرتے ہیں۔[۲۴]

بارات واپس گھر آنے کے ایک دو روز بعد دلہا دلہن کو لے کر اپنے سسرال آ جاتا ہے اور چند دن بعد واپس آجاتے ہیں۔ جسے مکلاوا کہا جاتا ہے۔

جہیز

جہیز کو اگرچہ ایک لعنت خیال کیا جاتا ہے تاہم یہ لعنت اب عام ہو چکی ہے۔ شادی سے قبل سندھی میگھوال جہیز کی خریداری کے لیے خاندان سمیت نکلتے ہیں اور موجودہ دور میں ایک عام شادی پر سات آٹھ لاکھ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔[۲۵] گھریلو استعمال کی تمام اشیاء دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس میں فرنیچر برتن، کمبل اور زیورات شامل ہیں۔ جہیز کا یہ سامان رخصتی سے قبل برادری کو دکھایا جاتا ہے۔ جہیز کا یہ سامان دلہا کے گھر میں دلہن کی قدرو منزلت کا تعین کرتا ہے سندھی میگھوال شادی بیاہ کے موقع پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں البتہ مارواڑی میگھوال اپنی مالی حیثیت کا خیال رکھتے ہیں۔

طلاق

ایک سے زائد شادیاں یا طلاق میگھوال میں سختی سے منع ہے۔ البتہ بعض حالات میں ایسا ممکن ہے مثلاً اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسری شادی کی اجازت ہے اور پہلی بیوی بھی ساتھ ہی رہے گی۔ اگر بیوی فوت ہو جائے تو خاوند دوسری شادی کر سکتا ہے۔ یہ رسم سندھی اور مارواڑی دونوں میگھوال قبائل میں موجود ہے۔ تاہم آبادیوں میں رہنے والے میگھوال اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسری شادی کرکے پہلی بیوی کو اجازت دے دیتے ہیں کہ چاہے تو گھر چھوڑ دے اور اپنے والدین کے پاس مستقل چلی جائے۔

اگر خاوند فوت ہو جائے تو بیوہ عورت اپنے مرحوم خاوند کے بھائی سے شادی کرے گی۔ اگر خاوند کا حقیقی بھائی نہیں تو اس کے چچا زاد یا تایا زاد جو مناسب ہو اس سے شادی کرے گی۔ اگر وہ نابالغ ہوں تو پھر برادری فیصلہ کرے گی کہ اس مسئلہ کا کیا حل کیا جائے۔ چنانچہ مرحوم خاوند کے شادی شدہ بھائی سے اس کی شادی کردی جاتی ہے۔ اس طرح مجبوراً اس کی دو بیویاں ہوں گی اور ایسا بہت

کم ہوتا ہے۔ اب پھیرے نہیں لیے جاتے صرف دونوں کو بٹھا کر دلہن پر چادر ڈال دی جاتی ہے، جسے چادر ڈالنا کہا جاتا ہے۔ ۲۷

موت کی رسومات:

معمولی اختلاف کے ساتھ موت کی رسومات تمام میگھوال میں یکساں نوعیت کی ہیں۔ کسی کی موت کے بعد پنڈت کو بلایا جاتا ہے تا کہ وہ رسومات ادا کرے۔ میت کو غسل دے کر کفن دیا جاتا ہے اور دفن کردیا جاتا ہے۔ عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ کوشش کی جاتی ہے کہ تدفین جلد از جلد ہو جائے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ آتما کو جلد از جلد پرماتما کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ مارواڑی میگھوال تین دن تک چولہا نہیں جلاتے۔ ان کے رشتہ دار انہیں اور ان کے مہمانوں کو کھانا دیتے ہیں لیکن سندھی میگھوال کریا کرم۲۸ (کریا کرم: ہندوؤں میں مردے کی مذہبی رسوم ادا کرنا) کی رسم ادا ہونے تک چولہا نہیں جلاتے۔

اگر مرد یا عورت پنچک۲۹ کے دنوں میں فوت ہو جائے تو پھر میت کے ہمراہ ایک سے چار تک پتلے بھی دفنائے جاتے ہیں۔ سندھی میگھوال میں مرنے والے کا بڑا لڑکا اپواس۳۰ کی رسم ادا کرتا ہے۔ یہ رسم موت کے دن سے لے کر کریا کرم تک جاری رہتی ہے۔ یہ رسم چھ دنوں پر محیط بھی ہو سکتی ہے اور بارہ دنوں تک بھی۔ کریا کرم کی رسم سے قبل اٹھارہ دفعہ گیتا پاٹ مکمل کرنا ہوتا ہے۔ کریا کرم سے ایک روز پہلے تمام برادری اکٹھی ہو جاتی ہے اور ساری رات بھگتی پروگرام جاری رہتا ہے۔

بھیل اور باوری چولستانی قبائل کی طرح میگھوال بھی مردہ کے ساتھ کچھ بھی دفن نہیں کرتے، نہ ہی مرد بیوی کی قبر کے گرد پھیرے لیتا ہے اور نہ ہی بیوی مرحوم خاوند کی قبر پر پھیرے لیتی ہے کہ اب نکاح ختم ہوگیا۔ البتہ قبر کے سرہانے کی طرف مٹی کے برتن میں پانی اور کچھ چاول، دال، گندم وغیرہ رکھ دیتے ہیں تا کہ پرندے کھا پی لیں۔ ۳۱

کریا کرم کی تاریخ بھی پنڈت ہی دیتا ہے اور یہ عموماً صبح چھ بجے شروع ہو جاتی ہے۔ زمین میں ایک گڑھا بنالیا جاتا ہے اور اُس کے اندر ایک دیا جلایا جاتا ہے اس میں تھوڑا تھوڑا کرکے مرحوم کا بڑا بیٹا ناریل کا تیل ڈالتا جاتا ہے اس دوران پنڈت کچھ پڑھتا رہتا ہے۔ پھر ہر ایک اس گڑھے میں تھوڑا پانی ڈالتا ہے۔ پھر ایک پتلہ اس گڑھے میں ڈالا جاتا ہے، مقدس آگ جلائی جاتی ہے،

پنڈت ہر موجود شخص کے پاؤں پر پانی کے چند قطرے پھینکتا ہے تاکہ وہ نحوست سے محفوظ رہیں پھر گڑھے میں اس دوران استعمال کے تمام برتن ڈال دیئے جاتے ہیں اور مٹی سے بھر دیا جاتا ہے۔**۳۲** پھر آخری گیتا پاٹ کی جاتا ہے اور مقدس آگ جلائی جاتی ہے تاکہ مردے کی روح کو سکون ملے اور کھانے کی کچھ اشیاء اُس مقدس آگ میں ڈالی جاتی ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ سب اشیاء دیوتاؤں تک پہنچ گئی ہیں۔ اس موقع پر موجود ہر ایک کے ماتھے پر تلک لگایا جاتا ہے اور دودھ پلایا جاتا ہے۔ پھر دیوی کا دان**۳۳** کی رسم ادا کی جاتی ہے جس میں بچوں میں چاول تقسیم کیے جاتے ہیں۔ میگھوال کا عقیدہ ہے کہ یہ دیوی کا حصہ ہے، کیڑے مکوڑوں کے لیے گھر میں خشک آٹا جگہ جگہ بکھیرا جاتا ہے۔ پرندوں کے لیے روٹی کے ٹکڑے کرکے چھت پر پھینک دیئے جاتے ہیں یا گھر سے باہر پھینک دیتے ہیں۔ جس گھر میں کوئی فوت ہوا ہو وہ ایک سال تک کسی مذہبی تہوار میں شریک نہیں ہوتے خواہ ھولی ہو یا دیوالی۔

آخر میں برادری کو کھانا دیا جاتا ہے جو عموماً دلیا، نمکین چاول اور مٹھائی پر مشتمل ہوتا ہے۔ برادری کے اجتماع میں بڑے بیٹے کے سر پر پنڈت پگڑی باندھتا ہے(34) گویا اب وہ مرحوم کی جگہ اس گھرانے کا سربراہ ہے اب پنڈت مرحوم کے گھر میں کھانا پکانے کی اجازت دیتا ہے۔ اس پگڑی والے موقع پر حاضرین روتے ہیں ۔

مذہب:

ہندو مت کا شمار دنیا کے قدیم مذاہب میں ہوتا ہے۔ چولستان میں بھی ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح کئی مذاہب کے ماننے والے آئے اور ان کی قدیم عبادت گاہیں پتن منارا، سوئی ویہار، مروٹ اور دراوڑ میں اب بھی موجود ہیں۔**۳۵** ریاست بہاولپور کے قیام سے قبل بھی چولستان میں ہندو مذہب کے پیروکار موجود تھے۔ اور۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد چولستانی ہندوؤں نے چولستان میں رہنے کو ترجیح دی جبکہ شہری علاقوں کے مال دار ہندو پاکستان سے بھارت چلے گئے۔ اسی طرح چولستان سے جین مت اور بدھ مت کے پیروکار بھی ہندوستان چلے گئے۔**۳۶**

ہندوؤں کی اکثریت مختلف اوتاروں کی پوجا کرتی ہے۔**۳۷** چولستان کے سندھی میگھوال راما پیر، گوگا، دُرگا، کرشنا، کالی ماتا اور سری چند رام کے ماننے والے ہیں۔ چونکہ یہ قبیلہ چولستانی ہے جو

چارے کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتا رہتا ہے اس لیے مندر بنا نے کا رواج نہیں ہے۔ وہ ماتھا ٹیکن۳۸ بنا لیتے ہیں مارواڑی میگھوال مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں۔ البتہ سندھی میگھوال اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ ایک انٹرویو میں سندھی میگھوال نمائندے نے بتایا کہ:اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی یہ تصویریں اور مورتیاں انسان کو کیا دے سکتی ہیں؟۳۹

منوتی

چولستانی میگھوال جب کبھی مشکل سے دو چار ہوتے ہیں یا کوئی تمنا رکھتے ہیں تو وہ راما پیر، کرشن بھگوان اور ھیلو رانی کی منت مانگتے ہیں۔ اسی طرح جب اپنے نومولود بچے کا پہلی بار سر منڈواتے ہیں تو ھیلو رانی کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں بکرے کا نذرانہ دیتے ہیں، اُن کا خیال ہے کہ راما پیر چونکہ بکرے کی قربانی پسند نہیں کرتا لہذا وہ ناریل اگربتی اور دیگر اشیاء کی خیرات راما پیر کے نام سے کر دیتے ہیں۔

اپواس/ورت

روزہ ہر مذہب میں موجود ہے۔ چولستانی ہندو میگھوال روزہ کو ورت کہتے ہیں۔ ان کے ہاں چارقسم کا روزہ ہوتا ہے۔ چاند کی پہلی، گیارہویں، چودھویں رات اور پھر جب چاند نظر نہیں آتا یعنی پہلی اندھیری رات۔ اس رات کو وہ اپواس کی رات کہتے ہیں۔ روزہ شام سے شام تک یعنی غروب آفتاب کو سحری اور پھر اگلے روز غروب آفتاب کے وقت افطاری،مگر ہفتہ کے دن وہ شام کے چار بجے روزہ افطار کرلیتے ہیں۔

روزہ کی حالت میں چارپائی پر بیٹھنا یا سونا اور جوتا پہننا منع ہے۔ کھانا پینا، تمباکو نوشی سب منع ہے۔ روزے کی حالت میں وہ رات کو جاگ کر عبادت کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ بعض مخصوص مواقعوں پر بھی روزہ رکھا جاتا ہے، جیسا کہ ھولی اور دیوالی کے موقع پر۔ کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی منت مانی جائے پھر بھی روزہ رکھتے ہیں۔ شادی کے موقع پر دلہن اور دلہا کا باپ روزہ رکھتے ہیں۔ جب کوئی میگھوال مر جاتا ہے تو اس کا سب سے بڑا بیٹا روزہ رکھتا ہے۔ اگر وہ نابالغ ہو تو پھر اپواس کا روزہ رکھتا ہے۔ اپواس کا روزہ یہ ہے کہ پکی ہوئی ہر چیز منع ہے۔ البتہ پھل، دودھ وغیرہ کھا پی سکتا ہے۔۴۰

گئو ماتا:

ہندومت میں محض پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے کسی جانور یا پرندے کو مارنا گناہ خیال کیا جاتا ہے۔[۴۱] کرشن بھگوان گائے اور اس کے دودھ کو پسند کرتے تھے اور اسے گئو ماتا کا نام دیا ہے۔[۴۲] کرشنا کی بچپن کی جو خیالی تصویر بنائی گئی ہے گائے ان کے ساتھ دکھائی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مت میں کہیں گائے کی پوجا کی جاتی ہے اور کہیں اسے مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ لہذا ہندو نہ تو گائے کو برا بھلا کہتے ہیں نہ مارتے ہیں اور اسے جان سے مارنا سخت گناہ خیال کیا جاتا ہے۔ ایسا کرنے والا شخص برادری سے باہر کردیا جاتا ہے، برادری کا کوئی شخص حتیٰ کہ ان کے گھر والے بھی اُس سے ملنا اور بول چال بند کردیتے ہیں۔ صرف ایک ہی حل ہے کہ وہ گنگا کا اشنان کرکے واپس آئے اور اس کا ثبوت فراہم کرے۔ چک DB/101میں ایسا ہی ایک واقعہ۱۹۸۸ء میں پیش آیا جب پنوں رام نے گائے کو مار دیا تھا۔گنگا اشنان کے بعد وہ شخص واپس برادری میں آتا ہے تو ایک تقریب کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں قبیلے کا سربراہ اُس کے سر پر پگڑی رکھتا ہے اور مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے جس کے اخراجات گائے مارنے والا شخص ادا کرتا ہے۔ اس طرح گائے کا قاتل اپنی برادری میں واپس شامل ہو جاتا ہے۔ گائے کے پیشاب اور گوبر کو مٹی میں ملا کر میگھوال اپنے گھروں کی لپائی کرتے ہیں اور کھانے پکانے کی جگہ بھی اس کے گوبر اور پیشاب سے پاک کی جاتی ہے۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ ایک بیل دوسری گائے سے ملاپ کرلے تو اس گائے سے پیدا ہونے والی مادہ سے ملاپ نہیں کروایا جاتا۔[۴۳]

زیارت

دیگر مذاہب کی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی مقدس مذہبی مقامات میں چولستانی میگھوال بھی مقدس مقامات کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اگرچہ ان کے اکثر مقدس مذہبی مقامات تو ہندوستان میں ہیں تاہم کچھ مذہبی زیارتیں پاکستان میں بھی ہیں مثلاً ٹنڈو الہ یار سندھ میں راما پیر کے مندر پر جاتے ہیں وہاں سالانہ میلہ لگتا ہے۔ خصوصی بھگتی پروگرام منعقد ہوتے ہیں اور نذر و نیاز دی جاتی ہے۔ سکھر میں سعد بیلا کی زیارت کے لیے پاکستان کے کونے کونے سے ہندو زیارت کے لیے آتے ہیں جہاں کئی دیوی دیوتاؤں کے مندر ہیں۔ روھڑی (سندھ) میں سچو ستوا رام کی اور لسبیلہ میں ھنگ لاج مندر کی

زیارت کو جاتے ہیں۔ وہاں ایک مقدس ندی ہے جسے اگور کہتے ہیں اور چولستانی ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وہاں شری چند رام جی نے قیام کیا تھا اور ندی میں غسل کیا تھا۔ ہندو اس ندی کو گنگا جل اور امرت بھی کہتے ہیں اس کا پانی ساتھ لے کر آتے ہیں۔

چولستان میں چنن پیر کے مشہور مزار کے قریب گذشتہ دو سالوں سے راما پیر کا میلہ شروع کردیا ہے۔ چکوال سے۱۸میل جنوب میں شیوا جی کا ایک مندر ہے جس کا ذکر مہا بھارت میں بھی ہے یہاں پانی کے ایک تالاب کو مقدس کہا جاتا ہے اور ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق شیوا جی اپنی بیوی ستی کی وفات پر اتنے روئے کہ پانی کا تالاب بن گیا۔

صادق آباد کے نزدیک ہندو کرشن جی کا یوم پیدائش بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ بہاولپور میں گوگا پیر کا میلہ لگتا ہے۔ شیراں والی ماتا کا میلہ بہاول نگر کے مندر میں منعقد ہوتا ہے۔ قلعہ دراوڑ میں واقع ایک مندر کو بھی شیوا جی کا مندر کہا جاتا ہے۔ چنن پیر اور ھیلو رانی دونوں مقامات پر ہندو زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

مذہبی تہوار

ہندوؤں میں بہت سے مذہبی تہوار منائے جاتے ہیں۔ ھولی، دیوالی، دسہرا اور راکھی باندھنا مقبول عام تہوار ہیں۔ مارواڑی میگھوال یہ سب تہوار مناتے ہیں مگر چولستانی چرواہے ان تہواروں سے تقریباً محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ مال مویشی کو کہاں اور کس کے پاس چھوڑ کر آئیں جو کہ ان کی معیشت کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاہم سندھی میگھوال میں جن کو موقع ملتا ہے وہ یہ سب تہوار مناتے ہیں البتہ راکھی یا رکشا بندھن عام ہے۔ اس موقع پر بہن بھائی کی کلائی پر ڈوری باندھتی ہے اور بھائی اس کے تحفظ کا وعدہ کرتے ہوئے اسے کچھ روپے دیتا ہے یا کوئی تحفہ دیتا ہے۔ راکھی باندھنے کے حوالے سے ایک میگھوال نمائندے نے دو مختلف کہانیاں سنائیں۔ ایک کہانی کے مطابق کہا جاتا ہے کہ جب اندر دیوتا نے بالی (دیول) سے جنگ کی تو اس سے قبل اندر دیوتا کی بیوی نے بالی کو راکھی باندھی تھی اور دھرم کا بھائی بنایا لیا تھا۔ مگر جنگ میں فتح کے باوجود بالی نے اندر کو معاف کردیا کیونکہ دھرم کا بھائی بہن کو بیوہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ جبکہ دوسری کہانی کے مطابق جب سکندر اعظم ہندوستان آیا تو اس کی بیوی نے مقامی ہندو راجہ کی کالائی پر ڈوری باندھ کر اسے اپنی

بہن بنالیا تھا۔ چنانچہ ہندو راجہ نے سکندر اعظم کے خلاف کوئی مزاحمت نہ کی اور قلعہ با آسانی فتح ہوگیا۔ دونوں کہانیوں کا ایک ہی نتیجہ ہے۔ تاہم اول الذکر کہانی ہندوؤں میں عام ہے۔[۴۴]

دسہرہ بھی میگھوال میں ایک عام تہوار ہے، اس روز نو پجاری یا بھگت عبادت کے لیے مخصوص جگہ پر نو دن تک روزے کی حالت میں عبادت کرتے ہیں دسویں روز لوگ انہیں مبارک باد دیتے ہیں[۴۵] اس موقع پر نومولود بچوں کے سر بھی منڈوائے جاتے ہیں۔

آوا گون

ہندوؤں کے ہاں یہ مشہور مقولہ ہے کہ کرم ہی دھرم ہے[۴۶]

میگھوال ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق اگر کسی انسان نے اپنی زندگی میں اچھے کام کیے ہوں گے تو اس کی روح کو اگلے جنم میں بہتر زندگی ملے گی اگر برے کام کیے ہوں گے تو وہ کیڑے مکوڑے، پرندے، جانور کی صورت میں اگلے جنم میں آئے گا اور جب تک اسے اس کے گناہوں کی سزا نہیں مل جاتی وہ بار بار جنم لیتا رہے گا اور مختلف شکلوں میں دنیا میں آتا رہے گا۔[۴۷]

ذات پات کا نظام

ہندو مت میں ذات پات کا نظام بنیادی اہمیت رکھتاہے۔ کہا جاتا ہے کہ برہمن برہماجی کے منہ سے، کھشتری ان کے بازوں سے، ویش ٹانگوں سے اور شودر برہما جی کے پاؤں سے پیدا ہوئے۔[۴۸] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ در اصل آریا نے ذات پات کا نظام متعارف کروایا اور مقامی نسل جسے دراوڑی کہا جاتا ہے انہیں سب سے نچلی ذات قرار دیا۔[۴۹]

ذات پات کی تقسیم کے حوالے سے ایک رائے یہ بھی ہے کہ بھگوان نے کبھی نہیں کہا کہ یہ چار ذاتیں پیدائشی ہیں۔ یہ تو اعمال اور خوبیوں پر منحصر ہے کہ کون کیا ہے؟ چار ذاتوں کا عقیدہ بے بنیاد ہے۔[۵۰] بہر حال وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ذات پات کی تقسیم ایک بنیادی عقیدہ بنتی چلی گئی۔ بدھ مت ایسی ذات پات کے نظام کیخلاف برسر پیکار رہا اور کم ذات کے ہندوؤں نے دیگر مذاہب قبول کرنا شروع کردیا۔[۵۱] ۱۲نومبر۱۹۵۷ء کو حکومتِ پاکستان نے ۴۱ ذاتوں کو شیڈول کاسٹ قرار دیا تھا جن میں ہندو میگھوال بھی شامل ہیں۔

ہندوؤں کے ذات پات کے نظام کے تحت میگھوال شودر ہیں۔ یہ لوگ تقسیم کے وقت

ہندوستان نہیں گئے کہ انہیں وہاں شودر سمجھا جاتا ہے مگر پاکستان میں بھی ان کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے جو برہمن شودروں سے کرتے ہیں، یعنی نفرت اور میل جول نہ رکھنا۔ یہی وجہ ہے کہ میگھوال بھی کسی دوسرے مذہب کے پیروکاروں سے تعلق رکھنا پسند نہیں کرتے حتیٰ کہ میگھوال اپنے ہم مذہب باوری اور بھیل کے ساتھ شادی بیاہ کرنا اور تعلق رکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔

میگھوال، بھیل اور باوری سب اپنے قبیلے اور ذات کو دوسرے ہندو چولستانی قبائل سے برتر خیال کرتے ہیں اور دوسرے کو نیچ خیال کرتے ہیں۔ ذات پات کے اس نظام نے ہندوؤں کو منتشر کرکے رکھ دیا ہے۔

چولستانی ہندوؤں پر اسلام کے اثرات

نسل در نسل چولستان میں آباد میگھوال تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تبلیغی جماعت نے صوفیائے کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دراوڑ کے ہندوؤں سے نفرت کی بجائے حسن سلوک سے اسلام کی تبلیغ کی جس کا نتیجہ بہت مثبت نکلا اور پچاس کے قریب میگھوال نہ صرف یہ کہ اسلام لے آئے بلکہ بعض تبلیغی جماعت کے ساتھ باقاعدہ تبلیغی کام میں شامل ہو گئے۔ اسی طرح مٹھرا بنگلہ میں میگھوال کے چھ سات گھرانے اسلام کی دولت سے شرف یاب ہوئے۔

میگھوال صوفیائے کرام سے بہت متاثر دکھائی دیتے ہیں، لہٰذا کنڑی شریف (سندھ) کے صوفی تاج محمد صاحب کا ان میں بہت گہرا رسوخ پایا جاتا ہے۔ جن کی تصویریں انہوں نے اپنے گوپا (مہمانوں کے بیٹھنے کی جگہ) میں لگا رکھی ہیں۔ اور ان کی طرز زندگی سے وہ بے حد متاثر نظر آتے ہیں ان کے دست حق پرست پر کئی ایک میگھوال نے اسلام قبول کیا۔ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ بھی ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کے سالانہ عرس پر ذوق و شوق سے جاتے ہیں۔ یہ محض پروپیگنڈا ہے کہ ہندو میگھوال کسی لالچ یا دباؤ کے تحت اسلام قبول کرتے ہیں۔ محمد صدیق (سابقہ نام کیبرا رام) کہتا ہے کہ ان کے خاندان نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا ہے، نہ کوئی مجبوری ہے نہ کوئی دباؤ۔

مسلم معاشرہ نے بھی ان نومسلم کو ہر طرح خوش آمدید کہا۔ مٹھرا بنگلہ میں تاج خان بلوچ نے جس کی کوششوں سے 48 ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، انہیں اپنے گھر اور کاشت کاری کے لیے معقول

زمین دی ہے۔

ثقافت

زبان:

مغلوں کے دورِ زوال اور ریاست بہاول پور کے قیام سے قبل موجودہ چولستان کا کچھ حصہ بیکانیر میں شامل تھا اور بقیہ جیسلمیر کا۔ وادیٔ ھاکڑہ کی اس قدیم تہذیب میں جو زبان بولی جاتی تھی وہ راجھستانی تھی کیونکہ یہ سارا علاقہ راجستھان میں شامل تھا۔ 1200 قبل مسیح میں دریائے سرسوتی کے گم ہو جانے کے بعد دریا کے کنارے آباد کاشتکار اب اپنی بقاء کے لیے بھیڑ بکریاں چرانے لگے اور دیگر پیشوں سے منسلک ہو گئے۔میگھوال کی زبان مارواڑی ہے ۔ موجودہ میگوال میں اگرچہ اب بھی بہت سے لوگ مارواڑی زبان بولتے ہیں تاہم سرائیکی زبان عام ہے۔ اس طرح تعداد میں کمی کے باعث وہ اپنی قدیم زبان کو عام بنانے میں ناکام رہے لہذا ڈی ڈی کوسمبی کی رائے درست ہے کہ :

> جب دو مختلف ثقافتیں آپس میں ملتی ہیں تو طاقتور ثقافت اپنی زبان کو کمزور ثقافت پر رائج کر دیتی ہے۔[۵۳]

خوراک:

میگھوال حرام نہیں کھاتے، جیسا کہ باوری حرام کھا جاتے ہیں۔میگھوال نے جب گوشت کھانا ہو تو وہ کسی مسلمان سے حلال کرواتے ہیں۔ اگرچہ ہندو مت میں کسی پرندے یا جانور کو محض گوشت کے حصول کے لیے ذبح کرنا یا مارنا گناہ خیال کیا جاتا ہے۔ تاہم آج کل چولستانی ہندو اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ مرغی اور بکرا شوق سے کھاتے ہیں۔ دال سبزی چاول سب کھاتے ہیں۔ میٹھے میں دلیہ، سوئیاں، اور سوجی کا حلوہ بہت پسند کرتے ہیں۔ شادی اور کریا کرم کے موقع پر بکرے کا گوشت پکایا جاتا ہے البتہ راما پیر کے پیروکار سبزی خور ہیں۔ دودھ اور دودھ سے بنی چیزیں بھی شوق سے کھا پی لیتے ہیں۔

چولستان میں بھیڑ بکریوں کے ساتھ رہنے والے چرواہے سادہ روٹی، سرخ مرچ، نمک اور پانی اپنے ہمراہ رکھتے ہیں۔ بعض اوقات خشک سالی کے دنوں میں وہ خشک آٹا اپنے پاس رکھتے ہیں۔ صاف زمین پر یہ لکڑیاں جلا کر زمین کو اتنا گرم کر لیتے ہیں کہ پھر اس پر روٹی ڈال دیتے ہیں۔ زمین

پر پکی یہ روٹی سرخ مرچ اور نمک کو پانی میں ملا کر کھا لیتے ہیں۔ جہاں ان کے گوپے (جھونپڑیاں) ہیں وہاں عورتیں مٹی میں گائے کا گوبر اور پیشاب ملا کر چولہا تیار کرتی ہیں اور عموماً مٹی یا سلور کے برتن کھانا پکانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ یہ چرواہے چولستان میں پیاس سے نہیں مرتے کیونکہ پانی اگر ختم ہو جائے تو وہ کسی بھیڑ بکری یا گائے کا دودھ پی کر پیاس بجھا لیتے ہیں۔

لباس:

چولستانی ہندو خواہ وہ بھیل، باوری یا میگھوال ہوں سب مرد ایک جیسا لباس پہنتے ہیں۔ یعنی دھوتی، قمیض، اور پگڑی، حتیٰ کہ بچہ جب دس سال کا ہو جاتا ہے تو وہ بھی پگڑی سر پر رکھتا ہے ورنہ اسے غیرمہذب اور والدین کا نافرمان سمجھا جاتا ہے۔ عورتیں شوخ رنگوں کا انتخاب کرتی ہیں گھاگھرا، چولی اور ڈوپٹہ ان کا لباس ہے۔ میگھوال عورتیں اجنبی کو دیکھ کر گھونگھٹ کر لیتی ہیں، عورتوں کے اس لباس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ اب دیگر عورتیں لہنگا اور کرتی پہننا پسند کرتی ہیں جو کہ گھاگھرا اور چولی کی طرز پر ہے۔ مذہبی تہواروں اور شادی کے موقع پر بھی یہی لباس زیب تن کرتے ہیں۔اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی ثقافتی پہچان میں کس قدر ذمہ دار ہیں۔

زیورات

عورتوں میں پازیب، نتھ، چوڑی، کوکا اور ہسّی کا عام استعمال ہے۔ شادی شدہ عورتیں دونوں ہاتھوں میں کنگن پہنتی ہیں، نابالغ بچیوں کے کان میں تین چار سوراخ کرکے انھیں رنگ پہنائے جاتے ہیں۔ مارواڑی میگھوال شادی شدہ عورتیں دونوں بازوں میں کہنی سے اوپر تک سفید چوڑے پہنتی ہیں غیر شادی شدہ آدھے بازوؤں تک سفید چوڑے پہنتی ہیں۔ بعض مارواڑی میگھوال میں غیر شادی شدہ لڑکی کو سفید چوڑے پہننے کی ممانعت ہے البتہ نتھ اور کوکا پہننے کی اجازت ہے، یہ جیولری ہر سُنار نہیں بنا سکتا بلکہ سندھ میں ان کے خصوصی ہندو سنار ہیں جن سے عورتیں اپنی جیولری تیار کرواتی ہیں۔

رہائش

1904ء سے قبل میگھوال چولستان میں گوپوں(جھونپڑیاں) کے اندر رہتے تھے جو اس قدر چھوٹے ہوتے تھے کہ یہ مثل مشہور تھی کہ جب میگھوال اپنے گوپے میں سوتا ہے تو سر اندر اور پاؤں گوپے سے باہر ہوتے ہیں۔[۵۴]

مگر جدید دور میں اگرچہ مختلف مقامات میں ان کے گوپے موجود ہیں تاہم اب انہوں نے آبادیوں کے قریب کچے گھر بنانا شروع کردیئے ہیں۔ بارش کے موسم میں وہ اپنا مال مویشی لے کر چولستان چلے جاتے ہیں اور جب تک وہاں چارہ موجود ہو وہ اپنے گوپوں میں رہتے ہیں اور ٹوبوں کے اندر پانی خشک ہونے کے بعد اپنے کچے گھروں کو لوٹ آتے ہیں۔ چولستان میں جہاں کنوئیں یا ہینڈ پمپ موجود ہیں وہاں لوگ مستقل طور پر بھی آباد ہیں، تاہم اپنی بھیڑ بکریوں کے لیے چارہ لینے کے لیے انہیں قریبی آبادیوں کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ چولستان میں بھی ایک گوپا صرف مہمانوں کے لیے وقف ہوتا ہے جہاں مہمان نہ ہونے کی صورت میں مرد حضرات شام کے وقت گپ شپ کے لیے اکھٹے بیٹھتے ہیں۔

چولستان میں ہی ایک جگہ عبادت کے لیےمخصوص کردی جاتی ہے جو بغیر چھت کے چھوٹی چھوٹی چار دیواری پر مشتمل ہوتی ہے اور گوپے کے ساتھ ہی کھانا پکانے کے لیے جگہ مخصوص کردی جاتی ہے۔ دونوں جگہوں کو گائے کے پیشاب، گوبر، پانی اورمٹی سے تیار کیا جاتا ہے اور اسے پاک خیال کیا جاتا ہے۔

چولستان میں رفع حاجت کے لیے صبح فجر کے وقت اور شام مغرب کے بعد مرد حضرات کے لیے ایک سمت مقرر ہوتی ہے اور عورتوں کے لیے مخالف سمت مقرر ہوتی ہے۔ جدید دور کے غسل خانے یاواش روم کا وہاں کوئی وجودنہیں۔

خاندانی نظام :

حیرت کی بات ہے کہ اس جدید دور میں سندھی میگھوال مشترکہ خاندانی نظام کی روایت پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔ گھرانے کا سربراہ سب سے بوڑھا آدمی ہوتا ہے جو دادا یا باپ ہوتا ہے۔ ایک خاندان ایسا بھی دیکھا گیا جو پچاس افراد پر مشتمل تھا اور ایک ہی جگہ سب کا کھانا تیار ہوتا تھا۔ ہر شادی شدہ جوڑا ایک ایک دن کھانا تیار کرنے کا ذمہ دار تھا۔ اسی طرح دیگر گھریلو امور بھی آپس میں تقسیم کیے ہوئے تھے۔ عورتوں کو گھریلو کام کاج کے لیے بہت متحرک دیکھا گیا۔ سندھی میگھوال عورتیں مردوں کے ساتھ کام نہیں کرتیں، صرف گھریلو امور کی ذمہ داری ان کے پاس ہے۔ البتہ مارواڑی میگھوال عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ اخراجات سب مل کر برداشت کرتے ہیں اور کسی گھریلو جھگڑے کی صورت میں خاندان کے سربراہ کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔

پنچائت کا نظام

جہاں انسان بستے ہیں وہاں مسائل کا پیدا ہونا فطری امر ہے۔لیکن معاشرے نے ان مسائل کے حل کے لیے کچھ ضابطے اور قوانین وضع کیے ہوئے ہیں۔ مظلوم کو انصاف فراہم کیا جاتا ہے اور ظالم کو سزا دی جاتی ہے۔

سندھی میگھوال کے اندر باہمی جھگڑوں اور مسائل کے حل کے لیے مضبوط پنچائتی نظام موجود ہے ۔ جہاں جہاں میگھوال کی آبادی ہے وہاں انکا پنچائتی نظام موجود ہے۔عقل مند بوڑھے عموماً اس پنچائت کے ممبر ہوتے ہیں اور پنچائت کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ جو برادری کے ہر فرد کو ہر حال میں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ فیصلہ تسلیم نہ کرنے کی صورت میں اسے برادری سے باہر کردیا جاتا ہے اور اس کا حقہ پانی بند کردیا جاتا ہے۔

جب کوئی مسئلہ سامنے آئے تو پنچائت کے ممبران پہلے اپنے طور پر اس معاملے کی خوب چھان بین کرتے ہیں۔ پھر فریقین کو بلا کر ان کے دلائل سنے جاتے ہیں ان سے سوال جواب کیے جاتے ہیں اور پھر جرم کی نوعیت کے مطابق سزا کا اعلان کردیا جاتا ہے۔عموماً یہ مسائل لڑائی جھگڑے تک محدود ہوتے ہیں۔لیکن سنگین جرم کی سزا بھی سنگین ہوتی ہے مثلاً۔

۱۔ بعض اوقات مجرم کو صرف ایک روپیہ جرمانہ کیا جاتا ہے تا کہ اس کی تذلیل ہو کہ تمہاری حیثیت صرف ایک روپیہ ہے۔ اس سزا پر لوگ مجرم کو خوب طعنے دیتے ہیں۔ لہٰذا میگھوال میں یہ بہت بڑی سزا ہے۔

۲۔ بعض جرائم میں مجرم کو پوری برادری کی موجودگی میں دانتوں سے جوتا اٹھانا پڑتا ہے۔

۳۔ زنا کے جرم میں مجرم کو پرانے جوتوں کا ہار پہنا کر منہ کالا کرکے گدھے پر بٹھا کر پوری برادری میں گھمایا جاتا ہے اور پھر اسے ہمیشہ کے لیے برادری سے باہر کردیا جاتا ہے۔ یہی وجہ کہ میگھوال بچپن میں شادی کردیتے ہیں اور سزا کے خوف سے زنا کے قریب بھی نہیں جاتے۔

۴۔ بعض جرائم میں گؤ ماتا، گیتا یا کسی دیوی دیوتا کی قسم بھی لیتے ہیں۔

۵۔ پنچائت کسی جرم میں کسی گھرانے کے ایک فرد یا پورے گھرانے کا ایک مقررہ حد تک حقہ پانی بند کرنے کا حکم دیتی ہے۔**۵۵**

یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ میگھوال یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پورے پاکستان میں ان کے خلاف کوئی مقدمہ رجسٹرڈ نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ ان کا مضبوط پنچائتی نظام اور دیگر وجوہات میں ان کا اقلیت اور مالی طور پر کمزور ہونا ہے۔ لہذا وہ اس تصور سے ہی جرم سے دور بھاگتے ہیں کہ اُنہیں چھڑائے گا کون؟اور مقدمہ پر خرچہ کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گے؟ جبکہ سیاسی و معاشی لحاظ سے ان کا کوئی اثر و رسوخ بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے معاملات پنچائت میں لے جاتے ہیں۔

تعلیمی رجحان

چولستان میں رہنے والے زیادہ تر بچوں کو بھیڑ بکریاں چرانے کی تربیت دی جاتی ہے۔تعلیم کی بجائے وہ بھیڑ بکریوں کی تعداد بڑھانے پر توجہ دیتے ہیں۔ اب چولستان میں بعض جگہ ابتدائی سطح کی تعلیمی سہولیات فراہم کردی گئی ہیں۔ لہٰذا بچے سکول بھی جاتے ہیں۔ تاہم اکثر میگھوال یہی سوال کرتے ہیں کہ وہ بچوں کو پڑھا کر کیا کریں گے؟ کیونکہ ملازمتوں میں دیگر اقلیتوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ۵۶

فوک لور

فوک لور ہر قوم کی تاریخ کا حصہ ہیں، جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ کسی سماج اور اس کے ذہنی رجحانات سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ہندوؤں میں مشہور فوک لور رامائن، مہابھارت، راما پیر، سائیں بابا اور شیروں والی دیوی ہیں۔مگر روزمرہ زندگی کی مشکلات نے اب اتنا وقت ہی نہیں دیا کہ مائیں اپنے بچوں کو یا بوڑھے اپنی نسل کو کوئی لوک کہانی سنائیں اور پھر یہ نسل درنسل آگے بڑھتی جائے۔ اب یہ رواج تقریباً ختم ہوتا جا رہا ہے اور بہت کم میگھوال کو یہ کہانیاں یاد ہیں۔

کھیل تماشے:

چولستانی میگھوال میں وہی کھیل تماشے بچوں، بچیوں اور نوجوانوں میں‌مشاہدہ کیے گئے ہیں جو کہ پنجاب میں مقبول عام ہیں۔ مثلاً مرد چنن پیر کے عرس کے موقع پر اونٹوں، سائیکلوں اور موٹر سائیکلوں کی دوڑ میں حصہ لیتے ہیں۔کشتی اور کبڈی، کرکٹ ، فٹ بال بھی کھیلتے ہیں وزن اٹھانا اور کلائی پکڑنے کا مقابلہ بھی کرتے ہیں۔ اڈا کھڈا، ٹکن میٹی، کوکلا چھپائی، اور وانجو بھی مقبول عام کھیل ہیں۔ موجودہ دور میں چولستانی میگھوال اتنا مصروف ہے کہ وہ ان کھیلوں کے لیے وقت نہیں نکال سکتا۔

دستکاریاں:

سندھی میگھوال جو قلعہ دراوڑ میں آباد ہیں۔ ان کے کھسے بہت مشہور ہیں ، اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے بالوں اور جنگلی خود رو پودوں سے عورتیں بہت عمدہ اور دیدہ زیب اشیاء تیار کرتی ہیں مثلاً دستی پنکھا، چھابی، ٹوکری، اور فلاسی جو تحفتہ بیرون ملک بھی بھیجی جاتی ہے اونٹ کے بالوں سے تیار کی جاتی ہے، بستر کی چادریں، کھیس، مٹی کے برتن اور ریشمی و سوتی دھاگے سے کڑھائی سلائی میں بہت عمدہ کام کرتی ہیں۔ یہاں کی لنگیاں (دھوتی) بھی مشہور ہیں۔

توہم پرستی

دنیا بھر میں کسی نہ کسی صورت میں توہم پرستی موجود ہے۔ میگھوال میں توہم پرستی کی بعض مثالیں مختلف عنوانات کے تحت بیان کردی گئی ہیں۔ دیگر حسب ذیل ہیں۔

چولستان میں انسانوں اور ان کی بھیڑ بکریوں کا دارومدار بارش پر ہے۔ انسانوں اور جانوروں کے پینے کے لیے پانی ٹوبوں میں جمع ہو جاتا ہے اور چولستان میں جانوروں کے لیے گھاس اور جنگلی پودے پیدا ہونے پر چارہ با آسانی دستیاب ہوتا ہے۔ ہر برادری کا اپنا ایک ٹوبہ ہوتا ہے جواس برادی یا برادری کے کسی بڑے کے نام پر پکارا جاتا ہے۔ چولستانیوں کی یہ خواہش اور دعا ہوتی ہے کہ چولستان میں زیادہ سے زیادہ بارش ہو تا کہ سال بھر ان کے جانوروں کو چارہ ملتا رہے۔ بارش کے لیے مسلمان اور ہندو دونوں دعائیں مانگتے ہیں اور نذرونیاز دیتے ہیں۔

مسلمان چولستانی دودھلانوالا، ٹھگڑی شاہ، لنگر شاہ اور چنن پیر ۵۷ کے مزارات پر جا کر جانور ذبح کر کے خیرات کرتے ہیں جبکہ ہندو یا تو بیل ذبح کروا کے اس کی خیرات ہندوؤں میں تقسیم کردیتے ہیں یا پھر بیل کو مہندی لگا کر اور قربانی کے جانور کی طرح خوب سجا کر جنگل میں چھوڑ دیتے ہیں تا کہ وہ خونخوار جانوروں کی خوراک بن جائے۔۵۸

جب شادی کی تاریخ مقرر ہو جائے تو بہاول پور کے ان پڑھ سرائیکی اور چولستانی ہندو لڑکی کو چاقو یا چھری اور لڑکے کو لوہے کی سلاخ دے دیتے ہیں۔ اس طرح یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اب وہ جن بھوت اور جادو ٹونے کے اثرات سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ یہ توہم پرستی ان پڑھ سرائیکوں میں ہندوؤں کے زیر اثر آئی ہے۔ اور ٹریکٹر ٹرالی میں بارات لے کر جانا ہندوؤں میں سرائیکی کلچر کا اثر ہے۔

ھولی کے موقع پر ابتداء اس گھر سے کی جاتی ہے جہاں کوئی نومولود بچہ یا بچی ہو۔اسے بٹھا کر اس کے اوپر لکڑیوں کی چھاؤں کردی جاتی ہے۔ تا کہ یہ ہر قسم کے جادو ٹونے اور جن بھوت کے اثرات سے محفوظ رہے۔ چاند گرہن کے موقع پر نحوست کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے گائے کو مکھن کا پیڑا کھلاتے ہیں۔۵۹

شادی کے پھیرے عموماً آدھی رات گزرنے پر لیے جاتے ہیں اور دن کے وقت کبھی پھیرے نہیں لیتے۔

سیاست اور چولستانی میگھوال

چولستان میں حکومتی سطح پر کیے گئے اقدامات کے باعث بعض مقامات پر ٹربائن کے ذریعے پینے کا صاف پانی اور تعلیمی سہولیات میسر ہونے کے سبب چولستانی ہندو قبائل میں سے جس قبیلہ نے ان تعلیمی سہولیات سے پورا فائدہ اٹھایا ہے وہ میگھوال ہیں۔تعلیم کے باعث ان میں شعور و آگہی دیگر ہندو قبائل کی نسبت زیادہ ہے۔ جداگانہ حق انتخاب نے ان کی سیاسی سرگرمیوں میں اضافہ کیا ہے۔ پہلے وہ مقامی زمینداروں کے اثر و رسوخ کے باعث حقیقی رائے دہی سے محروم تھے لیکن جداگانہ حق انتخاب کے باعث انہوں نے چولستان کی یونین کونسلوں کے انتخابات میں بھرپور حصہ لینا شروع کردیا ہے۔ سیاسی سرگرمیوں نے ان میں حوصلہ، ہمت اور اعتماد پیدا کیا ہے۔ اب وہ معاشی استحصال، اور سماجی نا انصافی کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔

ثقافتی تبادلہ

دو ثقافتوں کے ملاپ پر دونوں ثقافتیں ایک دوسرے پر کچھ اثرات مرتب کرتی ہیں۔ جیسا کہ چولستانی میگھوال ثقافت میں مشاہدہ کیا گیا ہے۔

مثلاً سندھی میگھوال کے ہاں بت پرستی کا نہ ہونا، ایک خدا پر یقین، مزارات کی زیارت کو جانا، پیروں فقیروں پر اعتقاد، ذبح کیا ہوا جانور کھانا، یہ سب میگھوال نے مسلمانوں سے لیا ہے۔ اور مسلمانوں نے ان سے توہم پرستی، بسنت کا میلہ، رسم قل خوانی، چالیسواں، قبروں پر پانی کا پیالہ اور دال رکھنے کی رسومات لی ہیں۔

ٹریکٹر ٹرالی پر بارات کے ساتھ عورتوں کا جانا، شادی کے دن مقرر ہونے کے بعد لوہے کی کوئی

چیز اپنے پاس رکھنا اور سرائیکی زبان بولنا، سندھی میگھوال پر مقامی سرائیکی ثقافت کے اثرات ہیں، مارواڑی میگھوال ایسا کچھ بھی نہیں کرتے۔ مارواڑی میگھوال ہندو قبائل میں شادی کی تمام رسومات مرد ادا کرتے ہیں جبکہ سندھی میگھوال میں سرائیکی ثقافت سے متاثر ہو کر یہ ساری رسومات عورتیں ادا کرتی ہیں۔

چولستانی میگھوال کے مسائل:

۱۔ چولستان میں انسانوں اور مال مویشی کے لیے پانی کا حصول سب سے کٹھن ہے۔ بارش کا پانی ٹوبہ میں جمع ہو جاتا ہے تو مال مویشی، انسان اور جنگلی حیوانات ایک ہی ٹوبہ سے پانی لیتے ہیں۔ چولستان میں مال مویشی کے ساتھ کتے اور گدھے بھی ہوتے ہیں۔ سب ایک ہی ٹوبہ سے پانی لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چولستانی ہیپاٹائٹس اے بی سی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ گردوں کی بیماریاں زیادہ ہیں۔ جانوروں کا فضلہ،اور پیشاب بھی اس پانی میں شامل ہوتا ہے۔ پولیو کے قطرے پلانے وہاں کوئی نہیں جاتا کیونکہ وہ ہندوؤں سے نفرت کرتے ہیں۔

۲۔ چولستان کے میگھوال کو یہ بھی شکایت ہے کہ اگرچہ اس میں سے بعض افراد کو فیروزہ، مٹھرا بنگلہ اور قلعہ دراوڑ میں زمینیں الاٹ ہوئی ہیں مگر مقامی چولستانی گزارا ہونے کے باوجود ان میں سے اکثریت الاٹ منٹ سے محروم رہی ہے۔

۳۔ ہندو ہونے کے باعث معاشرے میں اُنہیں تیسرے درجے کا شہری خیال کیا جاتا ہے۔ جو سلوک برہمن کرتا تھا وہی سلوک اب یہاں کا معاشرہ ان سے کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ انہیں پاکستانی بھی نہیں مانا جاتا بلکہ بھارت سے ہمدردی رکھنے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ حمام میں جانا، شیو بنوانا، ہوٹل پر چائے پینا یا کھانا کھانے جانا اور بس میں سفر کرنا سب مشکل ہے۔ اگر پتہ چل جائے کہ یہ ہندو ہے تو اس سے نفرت کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ان کی لڑکیاں اغوا کرلی جاتی ہیں یا جنسی زیادتی کا شکار ہوتی ہیں تو ان کا کوئی پُرسان حال نہیں ہوتا سوائے اس کے لیے کہ وہ اجتماعی سطح پر احتجاج کریں، جیسا کہ۱۹اگست۲۰۱۲ء میں سندھ کے ہندوؤں نے ایک ریلی نکالی اور پرزور احتجاج کیا۔

عجب بات ہے کہ چولستانی ہندوؤں کی شادیوں کا کوئی ریکارڈ نہ ہونے کے باعث اگر کسی ہندو

میگھوال کی بیوی اغواء ہو جائے تو اس کے پاس اس کا خاوند ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔

۴۔ انہیں کافر اور بت پرست کہہ کر ان کی دل آزاری کی جاتی ہے۔ ہندو مت کے سلسلہ میں اقلیتوں کے لیے مخصوص کوٹہ میں بھی انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے اور دوسری اقلیتوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔

۵۔ پاکستانی شہری ہونے کے باوجود ان کے قدیم کلچر کو پاکستانی کلچر نہیں مانا جاتا اور اس کی تشہیر نہیں کی جاتی۔

حوالہ جات

1. H.A. Rose, *A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and NWFP*. Vol.II, Language Department Punjab, 1970, p.148.
   Malik Muhammad Din, *Gazetteer of Bahawalpur State 1904*, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2001, p.155.

میگھوال کہتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد چمڑا رنگنے اور جوتے بنانے کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ انٹرویو بچو رام، قلعہ دراوڑ، ۶ مارچ ۲۰۱۲۔

2. M.A Sherring, *Hindu Tribes and Caste as Represented in Benaras,* Calcutta, Thekar Spink and Co. 1872, p.391.

ہندو مت میں انسانی سماج کو تقسیم کار کے مطابق چار طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے: براہمن، ویش، کھشتری اور شودر۔ تفصیل کے لیے دیکھئے *شریمد بھگود گیتا*، مترجم، دھنن جے داس، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۸۸۔

3. Benzil Ibbetson, Tr. Yasir Jawad

پنجاب کی ذاتیں، لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۸۸، ص ۶۵۸۔

Gazetteer of Bahawalpur 1904, *op.cit.,* p.155.

۴۔ بچو رام، بحوالہ سابقہ۔

5. Gazetteer of Bahawalpur 1904, *op.cit.,* p.158.

۶۔ بچو رام، بحوالہ سابقہ۔

۷۔ تنی گزار سے مراد وہ چولستانی چرواہے ہیں جو مال مویشی چرانے کی سرکاری فیس ادا کرتے ہیں۔

Gazetteer of Bahawalpur 1904, *op.cit.,* p.293

8. Shukantla Jagan Nathan, Jiniani Foller, Tr., Hafiz Muzafar Mohsin

ہندو مت، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۱۰، ص ۹۷۔

۹۔ ویدک شاستروں میں گائے کے گوبر کو پاکیزگی کا باعث مانا گیا ہے۔

۱۰۔ *شریمد بھگود گیتا*، بحوالہ سابقہ، ص ۳۰۔

۱۱- کھیت پال کی رسم ان عیسائیوں میں بھی موجود ہے جو ہندو مت سے عیسائیت میں آئے۔

۱۲- ھیلو رانی یا ھیلو رانیاں: چک نمبر 107 DB مٹھرا بنگلہ نزد یزمان، (بہاولپور) ایک مزار ہے۔ مقامی روایت کے مطابق تین سو سال قبل یہاں ایک ہندو جس کا نام ھیلو تھا اپنے مویشی چرا رہا تھا کہ ایک روز اس کی سالیوں نے جو تعداد میں سات تھی ازراہ مذاق اُسے بیل کے ساتھ رسی سے باندھ کر بیل کو بھگا دیا۔ ھیلو زخموں کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ان ساتوں بہنوں نے شدید پشیمانی کے عالم میں اللہ کے حضور دعا کی انہیں زندہ زمین میں دفن کر دیں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور سب بہنیں زمین کے اندر دفن ہو گئی۔بعد ازاں وہاں مزار بنا دیا گیا ہر چاند کی چودہ تاریخ کو وہاں میلہ لگتا ہے۔ مزار کی دیواروں پر لوگ مہندی والے ہاتھ لگاتے ہیں۔ مریض شفا کے لیے نو راتیں گزارتے ہیں منت کے طور پر ڈوریاں باندھتے ہیں، عموماً علاقے کے ہندو اس مزار پر اپنی رسومات ادا کرتے ہیں۔

۱۳- ہندوؤں کے نزدیک دیسی مہینہ بھادوں بچے کے سر منڈوانے کے لیے مناسب خیال کیا جاتا ہے۔ نومولود کی چٹیا سنبھال کر رکھنے کا رواج ان تمام برادریوں میں موجود ہے جن کا تعلق سابقہ ریاست بیکانیر سے ہے۔ انٹرویو سرجن رام، 101/DB یزمان (بہاولپور) ۱۴ اگست ۲۰۱۲ء۔

۱۴- دیتن رام، مٹھرا بنگلہ، یزمان (بہاولپور) ۲۵ جولائی ۲۰۱۲ء۔ جانور دوسرے جانور کو مارنے کے باوجود گنہگار نہیں ہوتا۔ لیکن انسان اگر اپنے بے قابو ذائقے کی تسکین کے لیے جانور مارتا ہے تو وہ ضرور قدرت کے قانون کو توڑنے کا ذمہ دار ہے۔ دیکھیے شریمد بھگود گیتا، ص۳۲، نیز دیکھو ادھیائے دسواں اور دوسرے ادھیائے کا مہاتم۔ ہندو مت کے مطابق یوگ کا پہلا درجہ ہی کسی جاندار کو نہ مارنا ہے۔ سوامی دیانند سرسوتی، *رگ وید، ایک مطالعہ*، مترجم نہال سنگھ،لاہور،نگارشات پبلشرز،۲۰۱۱ء، ص۱۱۵۔

۱۵- ہندو مت، بحوالہ سابقہ، ص۱۰۰۔

۱۶- سچو رام قلعہ دراوڑ، ۶ مارچ ۲۰۱۲ء۔

۱۷- ناریل گنیش جی سے منسوب ہونے کی وجہ سے مقدس خیال کیا جاتا ہے۔

۱۸- *رگ وید ایک مطالعہ*، بحوالہ سابقہ، باب۱۹-۲۰،شادی سے متعلق ہے۔

۱۹- سچو رام، بحوالہ سابقہ۔

۲۰- لالو رام، گلشن فرید، (رحیم یار خان) ۷ اگست ۲۰۱۲ء۔

۲۱- شیو جی اور پروتی کا بیٹا گنیش جی، ہندوؤں کا ایک اوتار ہے۔

۲۲- دولہا ٹریکٹر ٹرالی میں سب باراتیوں کے ساتھ، اس حالت میں ہوتا ہے کہ اسے پہچان نہیں سکتا۔ شادی والے گھر پہنچ کر شادی کا لباس پہنتا ہے۔

۲۳- قاسو رام فیروزہ، (رحیم یار خان) ۱۸ اگست ۲۰۱۲ء۔

۲۴- اڈھو رام، مٹھرا بنگلہ، یزمان (بہاولپور) ۲۵ جولائی ۲۰۱۲ء۔

۲۵- سچو رام، بحوالہ سابقہ۔

۲۶- ایضاً۔

۲۷- پریتم داس، امان گڑھ،(رحیم یار خان)۸ اگست۲۰۱۲ء۔

۲۸- مرحوم کی موت کے بعد پنڈت کریا کرم کی تاریخ مقرر کرتا ہے اس دن گیتا پاٹ کی جاتی ہے اور کھانا تقسیم کیا گیا جاتا ہے۔

۲۹- پنچک قمری سال کے مطابق ہر ماہ مسلسل۵دن تک رہتا ہے، ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ یہ پانچ دن منحوس ہوتے ہیں۔ ان دنوں اگر کوئی مر جائے تو اس کا پتلہ بھی دفن کیا جاتا ہے۔ مرحوم کا خاندان بھی نحوست کے زیر اثر ہوتا ہے۔

۳۰- اپواس وہ روزہ ہے جس میں صرف پکی ہوئی چیزیں نہیں کھائی جاتی۔مشروبات اور پھل کی اجازت ہے۔

۳۱- بعض مسلمانوں کی قبروں پر بھی ایسا ہی دیکھا گیا ہے۔

۳۲- ہڑپہ کے قبرستان سے مردوں کے ساتھ کچھ سامان بھی ملا ہے، میگھوال میت کے ساتھ نہیں تو اُس کے پتلہ کے ساتھ اس کے استعمال کی چیزیں دفنا دیتے ہیں۔

۳۳- دیوی کا دان یعنی دیوی کے نام کی خیرات۔

۳۴- پنجاب میں بھی یہ رسم عام ہے کہ والد کی وفات کے بعد قل خوانی کے موقع پر سب سے بڑے لڑکے کے سر پر پگڑی باندھی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ شخص کا گھرانے کا سربراہ ہے۔

۳۵- تفصیل کے لیے دیکھئے *سہ ماہی الذبیر*، آثار قدیمہ نمبر، بہاولپور،۱۹۷۴ء۔

۳۶- قیام پاکستان سے قبل بہاولپور شہر کا تمام تر کاروبار ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا۔۱۹۴۲ میں صرف ایک مسلمان دکاندار تھا جس کا نام چودہدری رحمت اللہ تھا۔
جین مت کے پیروکار زیادہ تر مروٹ میں آباد تھے۔ جب کہ بدھ مت کے پیروکار پتن منارا اور سوئی ویہار میں آباد تھے۔

۳۷- ہندو نمائندے پریتم داس کے بقول ہندو مت میں دیوی دیوتاؤں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔

۳۸- ماتھا ٹیکن سے مراد یہ ہے کہ گھر میں ایک جگہ عبادت کے لیے مخصوص کرلی جاتی ہے جسے ماتھا ٹیکن کہتے ہیں۔

۳۹- بچو رام بحوالہ سابقہ۔

۴۰- محبت داس، امان گڑھ(رحیم یار خان)۱۸اگست۲۰۱۲ء۔

۴۱- شیر ہرن کو اس لیے نہیں کھاتا کہ میں خود جانور کا گوشت نہیں کھاتا۔'*شریمد بھگود گیتا*، بحوالہ سابقہ، دوسرے ادھیائے کا مہاتم، ص ص۶۸-۶۹، ہندو مت، ص۱۰۹۔''

۴۲- بھگوان کرشن گوالے کی حیثیت سے مشہور ہیں،*شریمد بھگود گیتا*، بحوالہ سابقہ، ص۵۰۔

۴۳- بچو رام، بحوالہ سابقہ۔

۴۴- رامیش، جے پال، 80/P رحیم یار خان،۱۲اگست۲۰۱۲ء۔و محبت داس، بحوالہ سابقہ۔

۴۵- مسلمان رمضان شریف کے آخری عشرے میں اعتقاف میں بیٹھتے ہیں، ہندوؤں کا دوسہرہ اس سے مشابہت رکھتا ہے۔

۴۶- *شریمد بھگود گیتا*، بحوالہ سابقہ، ص ص۷۰،۹۳۔

۴۷- بلا شبہ جاندار اپنے کرموں کی بدولت ہر قسم کے جنم لیتے ہیں، ایضاً، ص۳۳۔ بھگود گیتا کے تمام ادھیائے کے

مہاتم سے آواگون کی مثالیں ملتی ہیں۔

۴۸- گن اور کرموں کے مطابق میں نے ہی انسانی سماج کے چار طبقے، براہمن، ویش، گھشتری اور شودر پیدا کیے، شریمد بھگود گیتا،ص۹۷۔یقیناً بھگوان کے منہ اور پاؤں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایضاً،ص۵۰۔ ذات پات کی تقسیم کے لیے مزید دیکھئے؛ رگ وید، بحوالہ سابقہ، ص ص۸۲-۸۳۔ رگ وید کے مترجم نہال سنگھ اپنے نوٹ میں لکھتے ہیں کہ یہ گروہ انسانی کی تقسیم ایک قدرتی تقسیم ہے، جو خود بخود موجود ہے۔ اور مہذب راجا برابر اس تقسیم کو مانتے چلے آئے ہیں، چنانچہ جمشید بادشاہ نے اپنے رعایا کو چار طبقوں میں تقسیم کیا گیا: کاتوزی، بنساری، نسودی ، انہو خوشی، ص۲۵۴۔نیز دیکھئے *ماسٹر پیارے لال*، رسوم ہند،لاہور،مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸، ص۱۳۔

Allan Stacy, Visiting India, London, B.T.Bastford HD, n.d., p. 34.

49. Baron Jean,*Diamond and Dust, India through French Eyes*,London, John Marray, n.d. p. 218.

۵۰- کرشنا کرپا مورتی، *روحانیت اور اکیسویں صدی* ، بھگتی ویدانت بک ٹرسٹ، ۲۰۰۵، ص۲۸۔

سوامی دیانند سرسوتی کہتے ہیں کہ ورن(ذات) ادل بدل ہو سکتا ہے سچے دھرم پر چلنے سے شودر درجہ بدرجہ ویش، گھشتری اور براہمن کے ورن کو حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح پاپ(گناہ) کا عمل کرنے سے ہر ورن اپنے سے نیچے ورن کو پاتا ہے۔ اور اس کی جاتی یا ورن بدل جاتا ہے۔ رگ وید بحوالہ سابقہ،ص۲۱۳۔ مہابھارت کے باب نمبر۹میں یکش اور یدھشٹر کے درمیان جو سو سوالات ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا: سچا براہمن کون؟ پیدائشی یا علم حاصل کرنے والا یا عمل کرنے والا؟ جواب: پیدائشی نہیں بلکہ مقدس تحریروں کا علم حاصل کر کے ان پر عمل کرنے والا سچا براہمن ہے۔ ایک پیدائشی براہمن اگرچہ اُس نے ویدوں کا علم حاصل کیا ہو لیکن اس کا دل صاف نہیں تو اس کو نیچ ذات سمجھنا چاہیے۔ آر۔ کے۔ نارائن،*مہابھارت*، مترجم، نیم احسن، لاہور،نگارشات پبلشرز،۲۰۰۷، ص۱۱۳۔

۵۱- صرف بدھ مت ہی نہیں ذات پات کے اس نظام کے خلاف ہندوؤں کے اندر سے بھی کئی تحریکیں اُٹھیں جنھوں نے مورتی پوجا اور ذات پات کے نظام کے خلاف آواز بلند کی۔تفصیل کے لیے ڈاکٹر تارا چند،*تمدن ہند پر اسلامی اثرات*، محمد مسعود احمد، لاہور، مجلس ترقی ادب، بالخصوص مقدمہ ص ص۲۲-۳۰۔

۵۲- رمیش جے پال، رحیم یار خان،۱۲اگست۲۰۱۲۔

53. D.D Kosambi,*The Culture and Civilization of Ancient India in Historical Outline* New Delhi, Vikas Publishing House, 1977, p. 43.

54. Gazetteer of Bahawalpur State 1904, op.cit., p.155.

۵۵- یہ تمام معلومات میگھوال نمائندے بچو رام سے حاصل کی گئیں۔

۵۶- ارجن رام، فیروزہ،۲۵جولائی۲۰۱۲۔

۵۷- یہ سب مزارات چولستان میں واقع ہیں۔

۵۸- بچو رام، بحوالہ سابقہ۔

۵۹- مالک رام مٹھرا بنگلہ۔

ادارہ ھذا کی نئی اشاعت

کتاب کے بارے میں

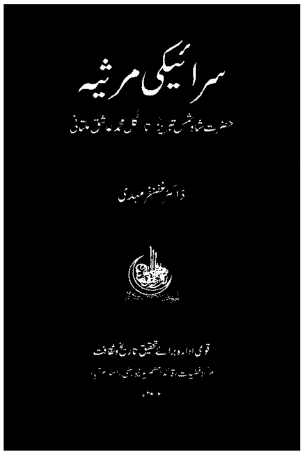

سرائیکی مرثیہ کی بنیاد پر سرائیکی زبان و ادب کی اساس قائم ودائم ہے۔اس کی وجہ سے عوام میں اپنی زبان اور ادب کا احساس موجود ہے۔زمانۂ قبل از اسلام سرائیکی مرثیہ ہندومت، بدھ مت اور جین مت کے مذاہب میں موجود تھا اور اُن مذاہب میں بھی مرثیہ گوئی اور مرثیہ نویسی کو خصوصی مقام حاصل تھا۔طلوع اسلام کے بعد جب برصغیر کے ہزاروں لاکھوں قبائل مسلمان ہوئے تو جن دو اصناف نے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کیا اور اُنھیں عام فہم انداز میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا اُن میں سب سے بڑا کردار قوالی اور پھر سرائیکی زبان نے ادا کیا۔قوالی پر بہت کتابیں موجود ہیں لیکن سرائیکی مرثیہ پر مستند مواد کمیاب ہے۔جناب ڈاکٹر غضنفر مہدی کی اس محققانہ کاوش میں سرائیکی زبان کی تاریخ، اُس کا دیگر پاکستانی زبانوں سے تعلق اور رابطہ بھی موجود ہے۔بلاشبہ ڈاکٹر صاحب کے اس شہ پارہ کی روشنی میں تحقیق کے بہت سے دیگر نئے ابواب کھلیں گے جس سے جنوبی ایشیاء کی قدیم ترین زبان سرائیکی کا حسن اور خدوخال زیادہ نمایاں ہوں گے۔

جب بھی سرائیکی زبان وادب کی تاریخ لکھی جائے گی، اس کے پہلے پانچ چھ بانیوں میں ڈاکٹر غضنفر مہدی کا نام سرِ فہرست ہوگا۔ڈاکٹر صاحب کو اپنی میٹھی زبان سرائیکی اور پھر سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں تحریر کردہ مرثیہ سے بے پناہ اُلفت ہے اور یہ محبت وچاشنی انہیں ورثہ میں ملی ہے۔آپ نے اس تصنیف میں سرائیکی زبان اور مرثیہ دونوں سے محبت کا بے پایاں ثبوت دیا ہے۔میری خواہش ہوگی کہ یہ تصنیف ڈاکٹر غضنفر مہدی کی فنِ مرثیہ پر آخری کتاب نہ ہو بلکہ اسے وہ صرف ابتدائیہ سمجھیں اور پھر اس صنف کے بحر ذخار کے ہیرے جواہر اور موتیوں کو یکجا کر کے قارئین اور ناظرین کو پیش کریں۔ میں صفِ اول کی اس محققانہ کاوش پر اپنے عزیز دوست ڈاکٹر غضنفر مہدی کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔بلاشک وشبہ یہ تاریخ اور تحقیق دونوں شعبوں کی بہترین کتاب ثابت ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن دانی

بذریعہ ڈاک منگوانے کیلئے رابطہ کریں

ناشر: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت،

مرکز فضیلت، قائداعظم یونیورسٹی (نیو کیمپس) شاہدرہ روڈ، اسلام آباد

فون نمبرز: 051-2896151, 2896153-4/141

ای میل: nihcr@hotmail.com ویب سائٹ: www.nihcr.edu.pk